تاریخ وسیر

حضرت مولانا عبد القادر عارف حصاری غفر اللہ الباری کے مختصر حالات

نام: عبد القادر، کنیت عبد الشکور ہے۔ سلسلۂ نسب یہ ہے:
عبد القادر بن مولوی ادریس بن حکیم مستقیم تا آخر۔ قوم راجپوت۔
آپ موضع گنگا تحصیل سرسہ ضلع حصار میں پیدا ہوئے مگر افسوس ہے کہ آپ کا سن ولادت معلوم نہیں ہوسکا۔

آپ کے والد مرحوم مولوی ادریس نے قصبہ سرسہ جو کہ ضلع حصار کی تحصیل ہے اس کی ایک اسلامی درسگاہ میں مولانا سعد اللہ حنفی فقیہ جو اس علاقے کے علامہ مشہور تھے، سے علم حاصل کیا۔
قدیم نصاب مطابق صرف، نحو، فقہ، حدیث، منطق اور زبان فارسی پڑھی۔ مولانا نور محمد صاحب مصنف شہباز کے صاحبزادے (مولانا عبد الرحمن رح) بڑے عالم فاضل اہل حدیث تھے۔ آپ کے والد نے ان سے علم حدیث پڑھا تو آپ بحمد اللہ اہل حدیث ہو گئے اور مولانا ادریس رح نے مولانا قمر الدین سے مل کر اپنے علاقہ میں خوب توحید و سنت کی اشاعت کی اور مسلک اہلحدیث پھیلایا۔ رسومات، بدعیہ شرکیہ کا رد کیا۔

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے مولانا عبد القادر حصاری کے والد بڑے خوش آواز مقرر تھے۔ انہوں نے حصار، ریاست پٹیالہ، فیروز پور، نابھہ، لودھیانہ وغیرہ کے اضلاع میں تبلیغی دورے کیے جس سے توحید و سنت کی خوب اشاعت ہوئی اور اکثر لوگ اہل حدیث ہوئے۔
مولانا ادریس والد مولانا حصاری مرحوم نے اپنے آبائی گاؤں موضع گنگا میں ایک مختصر تعلیمی درس گاہ بھی جاری کی جہاں ابتدائی تعلیم دی جاتی تھی۔ مولانا ادریس کو سورۂ بقرہ اور قرآن پاک

کے آخری دس پارے حفظ تھے اور نمازِ تہجد کے بڑے عادی تھے، اور تہجد میں رات کو تلاوتِ قرآنِ پاک خوب فرمایا کرتے۔ نمازِ تہجد سے فراغت کے بعد کلمۂ توحید کا بکثرت ذکر کرتے۔

آپ کی درس گاہ میں قرآنِ پاک، اردو، پنجابی، فارسی اور ابتدائی کتابوں کی تعلیم ہوتی تھی، خصوصاً تفسیر محمدی مصنفہ مولانا حافظ محمد لکھوی ؒ ابتدا تا آخر نصاب پڑھائی جاتی تھی۔

مولانا ادریس مرحوم اس وقت کے بلند پایہ طبیب تھے اور آپ کی موضع گنگا تحصیل سرسہ ضلع حصار میں تین سو ایکڑ موروثی زمین بھی تھی۔ بدیں وجہ تعلیم اور تبلیغ کے سلسلہ میں کسی کے دستِ نگر نہ تھے۔ الحمد للہ علیٰ ذالک۔

مولانا ادریس مرحوم کے چار صاحبزادے تھے۔ مولانا عبد القادر، عبد الواحد، عبد الخالق عبد الغفور۔ مولانا عبد القادرؒ سب سے بڑے لڑکے تھے۔ باقی تین بھائی تعلیم یافتہ تھے مگر سب سے زیادہ عالم مولانا عبد القادر تھے جن کا یہ تذکرہ آپ کے زیرِ مطالعہ ہے۔

مولانا عبد القادر حصاری مرحوم نے ابتدائی تعلیم اپنے والد بزرگوار سے حاصل کی تقریباً ۱۳، ۱۴ سال کی عمر میں آپ کے والد ۶۳ سال کی عمر میں انتقال فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حضرت عارف حصاریؒ کے شیوخ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین

حضرت عارف حصاریؒ نے مولانا عبد الرحیم غزنوی، مولانا یحییٰ غزنوی اور مولانا ذکریا غزنوی، مولانا عبد الاعلیٰ غزنوی، استاذ پنجاب مولانا عطاء اللہ لکھوی، مولانا جر جیس جو کہ مولانا عبد القادر حصاریؒ کے چچا تھے رحمہم اللہ علیہم اجمعین سے تعلیم حاصل کی۔ نیز فنون کی بعض کتب حنفی مدرسین سے بھی پڑھی ہیں۔

تدریس و تبلیغ:

تعلیم سے فارغ ہو کر آپ اپنے گاؤں موضع گنگا میں رہے۔ والد کے قائم کردہ مقام پر تعلیم، تبلیغ اور تدریس کا کام شروع کر دیا۔ کئی سال تک اپنے گاؤں کے مدرسہ میں کام کرتے رہے۔ بعد ازاں تحصیل فاضلکا ضلع فیروز پور میں جہاں مولانا عبد اللہ اوڈ نے ایک ادارہ بنام خادم الکتاب والسنۃ جاری کیا تھا، گئے۔ وہاں حضرت عبد اللہ اوڈ کے ارشاد سے مدرس مقرر کیے گئے۔ تحصیل فاضلکا کے محلہ کھٹیکاں میں مسجد اہل حدیث میں صبح درسِ قرآن پاک اور خطبہ جمعہ ارشاد فرماتے تھے اور دن بھر تدریسی فرائض سرانجام دیتے۔ چند سال بعد ناگزیر حالات کی بنا پر دوبارہ اپنے گاؤں گنگا میں لوٹ گئے۔ بعد ازاں موضع دیپ سنگھ والا

ریاست فرید کوٹ میں جماعت غرباء اہلحدیث نے ایک ادارہ خادم الکتاب والسنۃ جاری کیا۔ آپ کو اس ادارے میں استاد مقرر کر دیا گیا۔ ساتھ ہی آپ درس قرآن اور خطبہ جمعہ بھی دیتے تھے۔ نیز آپ ریاست فرید کوٹ کی جماعت غرباء اہل حدیث کے امیر مقرر ہوئے۔ چند سال آپ نے نہایت جوانی کے عالم میں تعلیمی، تبلیغی، تدریسی اور امارت کے فرائض سرانجام دیئے۔

موضع گنگا تحصیل سرسہ ضلع حصار چونکہ آپ کا آبائی گاؤں تھا اور یہاں موروثی جائداد تھی۔ نیز بعض مخلص احباب کی خواہش پر دوبارہ گنگا تشریف لے گئے۔ چونکہ آپ سلفی غیور عالم، عامل بالسنۃ تھے اور بعض مسائل میں خصوصاً کٹر تھے۔ مثلاً بے نماز کا جنازہ نہیں کرتے تھے بلکہ بے نماز کی معصوم اولاد کی نمازِ جنازہ کے قائل لیکن عامل نہ تھے۔ بناء بریں موضع گنگا میں شدید ترین اختلاف ہو گیا چنانچہ آپ نے تبلیغی دوروں کا پروگرام بنایا۔ اس وقت چونکہ آپ جماعت غرباء اہل حدیث میں شامل ہو چکے تھے اس لیے مولانا عبداللہ اوڈ نے تبلیغ کے سلسلہ میں مندرجہ ذیل مشہور ترین مقامات پر بطور مبلغ بھیجا۔

دہلی، فیروز پور، ریاست بہاولپور، فیصل آباد، ساہیوال، فرید کوٹ، ریاست نابھہ، ریاست پٹیالہ، ملتان، کرنال، لاہور، سیالکوٹ، الہ آباد، ابہور، بنگال، کوٹ کپورہ، بھٹنڈہ، کلکتہ، سرگودھا، میانوالی، پسرور، گوجرہ، بیکانیر، جھنگ، گوجرانوالہ، امرتسر، پٹی، غرضیکہ تقریباً تمام شہری حلقوں میں خوب تقریریں کیں۔

شہری حلقوں کے علاوہ دیہاتی علاقوں میں تبلیغی دورہ ہزاروں دیہات پر مشتمل ہے۔

قبل از تقسیم حضرت مولانا محمد عبداللہ اوڈ نے آپ کے تبلیغی دوروں کے لیے موٹر خریدی ہوئی تھی اور اکثر تبلیغی دوروں میں امیر جماعت غرباء اہل حدیث قوم اوڈ حضرت محمد عبداللہ صاحب اوڈ آپ کے ہمراہ ہوتے۔

بھٹنڈہ، کرنال، بنگال وغیرہ میں گاہے بگاہے امیر جماعت غرباء اہل حدیث محدث، مفسر، سلفی العقیدہ مولانا عبدالستار ہمراہ ہوتے چنانچہ اسی سلسلہ میں پندرہ روزہ تبلیغی دورہ بنگال میں شب و روز ہوتا رہا۔ کتاب و سنت کی بارش برسائی۔ لگاتار تبلیغی دورہ کرتے ہوئے آپ موضع یاماں بالا ضلع ساہیوال میں پہنچے، وہاں ایک شخص مسمی محمد امیر خاں ذیلدار قوم لاساری سے تھا جو شیعہ سے اہل حدیث ہوا تھا۔ اس نے مولانا صاحب کو آٹھ یوم ٹھہرایا اور

تبلیغ کراتا رہا۔ وہ مولانا مرحوم کے احقاقِ حق اور ابطالِ باطل سے بڑا متاثر ہوا اور حضرت سے درخواست کی کہ آپ میرے گاؤں میں مستقل قیام فرمائیں، میں آپ کے جملہ اخراجات کا ذمہ دار ہوں گا۔ میری ذیل میں آٹھ گاؤں ہیں اور خدا تعالیٰ کی توفیق سے ان گاؤں کا میں واحد مالک ہوں، ان میں تبلیغ کرانی ہے۔ چنانچہ مولانا مرحوم محمد امیر خاں مرحوم کے اصرار اور خلوص اور تبلیغ کی نیت سے مان گئے۔ چنانچہ موضع گنگا سے باماں بالا متصل رینالہ خورد ضلع اوکاڑہ میں قیام پذیر ہو گئے۔

باماں بالا بریلوی حنفی کا گاؤں تھا۔ مولانا مرحوم نے اس گاؤں میں تبلیغی اور تعلیمی سلسلہ شروع کیا جس سے تمام علاقے میں عموماً اور دیہہ ہذا میں بہت شور و شغب اور مخالفت ہوئی لیکن تمام علاقہ محمد امیر خاں ذیلدار سے مرعوب تھا۔ اس لیے عوام باماں بالا سے مولانا کو نکال نہ سکے۔ تقریباً تین سال قیام کیا، بہت سے لوگوں نے آپ سے کتاب و سنت کی تعلیم حاصل کی اور کئی لوگ آپ کی تبلیغ سے متاثر ہو کر جو پکے بدعتی تھے، پچاس آدمی خاص موحد اہل حدیث ہو گئے۔ چونکہ مولانا نے ایک فہرست بنا رکھی تھی جو اہلحدیث ہوتا، اس کا پورا پتہ درج کر لیتے۔ اس پر کسی نے ڈی۔ سی کو رپورٹ کر دی کہ یہ شخص گورنمنٹ کے خلاف ایک سیاسی پارٹی تیار کر رہا ہے۔ چونکہ ان دنوں کشمیر میں سلسلۂ مخالفت و بغاوت شروع تھا اس لیے مخالفین نے بھی مولانا کو اس طرح متہم کر کے گورنمنٹ کو آپ کے خلاف توجہ دلائی۔ جب مولانا دیہات میں بسلسلۂ تبلیغ دورہ فرماتے تو وہاں سے خفیہ رپورٹ بھجواتے جس کا اثر یہ ہوا تھا کہ انگریز گورنمنٹ کی طرف سے مولانا پر خفیہ پولیس کے محکمہ کا ایک سارجنٹ مقرر کر دیا گیا جو صبح درس میں بیٹھتا اور ہر تقریر مقامی و بیرونی میں حاضر رہتا تھا، وہ سادہ لباس میں ہوتا تھا اور اس نے گاؤں کے ہائی سکول میں قیام کیا ہوا تھا۔ اس نے کئی دفعہ کتب خانہ کی تلاشی لی۔ فہرست اندراج اہل حدیث رجسٹر ملاحظہ کیے بالآخر پورے ماہ کا قیام کر کے مایوس ہو کر چلا گیا۔ جاتے وقت اس نے مولانا مرحوم سے ملاقات کی اور اپنے آنے اور رہنے اور رپورٹوں کی حقیقت کا انکشاف کیا اور کہا کہ اگر آپ سیاسی تقریر باغیانہ کرتے تو میں آپ کو گرفتار کروا دیتا لیکن مجھے معلوم ہو چکا ہے کہ آپ مذہبی عالم ہیں، اپنے مذہب اور مسلک کی نشر و اشاعت کرتے ہیں اور آپ کے مخالفین انگریز کو جھوٹی رپورٹیں بھیجتے رہے ہیں کہ مولوی سیاسی تقریریں کرتا ہے اور حکومت کی بغاوت پر عوام کو

الکساتا ہے۔

مولانا مرحوم نے یہ واقعہ محمد امیر خاں ذیلدار کو بتایا تو ذیلدار مذکور نے ڈی۔سی صاحب سے ملاقات کی اور انہیں تمام حالات بتائے۔ ڈی۔سی صاحب انگریز تھا۔ ذیلدار صاحب نے اس کی تسلی کر دی تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو محفوظ رکھا اور سلسلۂ تبلیغ جاری رہا اور کئی مردہ سنتیں آپ نے زندہ کیں اور شرک کی بدعی رسومات کا قلع قمع کیا اور علاقہ میں خدا کے فضل و کرم سے اتنا حق پھیلایا کہ اہلِ بدعت کے مشائخ بمع اپنے مریدوں اور چیلوں کے موضع باماں بالا سے نکلنے پر مجبور ہو گئے۔

اگر ذیلدار مذکور کو اطلاع ہو جاتی کہ آج کسی بستی میں عرس اور قوالی وغیرہ کا اہتمام ہے تو وُہ مولانا کو ہمراہ لے کر فوراً وہاں پہنچتے اور منادی کراتے کہ :

"لوگو! قرآن کلام الٰہی اور حدیث کلامِ رسولؐ کا وعظ ہو گا۔ آج تمہارا ایمان دیکھا جائے گا کہ تم قرآن سنتے ہو یا راگ راگنیاں اور ڈھول سنتے ہو"۔ لوگ کچھ تو شرمسار ہوتے اور کچھ مرعوب ہونے کی وجہ سے اپنی عرس میلوں کی مجلس کو چھوڑ کر اجلاس وعظ میں مجبوراً شریک ہو جاتے۔ مولانا تین تین گھنٹہ کی مسلسل تقریر کرتے جس میں عقائد باطلہ اور اعمالِ فاسدہ کی تردید اور توحید و سنت کا بیان ہوتا تھا۔ پھر مولانا دیہہ ہذا میں سالانہ جلسہ منعقد کراتے جس میں حضرت حافظ عبداللہ محدث روپڑیؒ، مولانا محمد داؤد غزنویؒ، جناب سید محمد شریفؒ گھڑیالوی امیر جماعت تنظیم اہلِ حدیث اور دیگر اکابرینِ جماعت شامل ہوتے۔ مسلک اہلِ حدیث کا خوب چرچا ہوتا اور مسائل میں مولانا کی تائید و تصدیق ہوتی۔ دیہہ ہذا میں مولانا کی دینی و تبلیغی کارناموں سے واقف حضرات اگر بقیدِ حیات ہیں تو وُہ آپ کے کارناموں پر شاہد ہیں۔

بھارت کا آخری دورۂ تبلیغ :

حضرت عارف حصاریؒ کا آخری دورۂ تبلیغ بنگال کا ہے۔ بنگال سے واپسی کے بعد عید الفطر اپنے آبائی گاؤں گنگا میں پڑھی۔ عید الفطر کے بعد خونی انقلاب شروع ہو گیا۔ گنگا کے لوگ ہجرت پر مجبور ہو گئے۔ مولانا اپنے کتب خانے کی حفاظت کی

خاطر وہاں بیٹھے رہے۔ بالآخر جب کوئی چارہ نہ رہا تو کتب خانہ وہیں چھوڑ کر اپنے اہل و عیال کو لے کر رات کے وقت ادعیہ ماثورہ پڑھتے ہوئے ریاست بیکانیر کے راستے قافلے کے ہمراہ پاکستان آگئے۔

باماں بالا علاقہ رینالہ خورد ضلع اوکاڑہ کا عجیب واقعہ:

اسی زمانے کا ذکر ہے کہ مولانا کو محرقہ بخار ہو گیا۔ آپ کو جماعتی احباب نے علاج معالجہ کے لیے کوٹلہ کے ہسپتال میں داخل کرا دیا۔ جب مخالف گروہ بریلوی کو علم ہوا تو انہوں نے کمپوڈر سے سمجھوتہ کر کے زہر دلانے کی سازش کی جس سے اس نے انکار کر دیا۔ پھر انہوں نے رقم دے کر یہ کہا کہ مولانا کو مفید دوا نہ دیں بلکہ مضر دوا دے کر ہلاک کر دو چنانچہ کمپوڈر نے یہ سلسلہ شروع کیا جس سے مولانا قریب مرگ ہو گئے۔ ساتھ ہی مولانا کو کمپوڈر کی اس سازش کے متعلق شک ہوا تو آپ اس پر بدگمان ہو گئے اور اس سے دوا لینی چھوڑ دی۔

ایک ڈاکٹر جو کہ نہایت شریف آدمی تھا لیکن وُہ لاہور گیا ہوا تھا۔ جب وُہ واپس آیا تو مولانا نے اس سے ذکر کیا تو اس نے کہا کہ آج رات جو دوا دی جائے اُسے رکھ چھوڑیں میں صبح اس کا معائنہ کروں گا۔ چنانچہ صبح دوا ڈاکٹر کو دکھائی گئی اسے یقین ہو گیا، ڈاکٹر نے کمپوڈر کو بہت بُرا بھلا کہا اور اسے معطل کرا دیا۔ آخر کوٹلہ کے مخیر بدعتیوں نے ڈاکٹر سے بطور وفد رابطہ پیدا کیا اور کہا کہ مولوی وہابی ہے۔ بزرگوں اور پیروں کا منکر اور انہیں گالیاں دیتا ہے اگر آپ علاج کے بہانے اسے ہلاک کر دیں تو پانچ صد روپیہ آپ کو بطور انعام دیا جائے گا۔

چونکہ ڈاکٹر شریف الطبع تھا اس نے صاف انکار کر دیا کہ میں ایسا ظلم نہیں کرونگا۔ بدعتی مشرک شرمسار ہو کر چلے گئے۔ ڈاکٹر نے نہایت دلی ہمدردی سے مولانا کا علاج کیا اور دوا خود اپنے ہاتھ سے دیتا رہا۔ چونکہ اللہ تعالیٰ نے مولانا سے ابھی اپنے دین کی خدمت لینی تھی اس لیے آپ شفایاب ہو گئے تو ڈاکٹر نے تمام راز کا انکشاف کیا۔ نیز مشورہ دیا کہ آپ اس علاقہ سے چلے جائیں یہاں آپ کے باطنی دشمن بہت ہیں جو مذہبی عداوت رکھتے ہیں۔ چنانچہ مولانا علاج کے بعد دو ماہ قیام کر کے واپس اپنے آبائی گاؤں موضع گنگا میں چلے گئے تو مولانا حکیم محمد عبداللہ صاحب مرحوم روہڑی والے حال جہانیاں منڈی

نے مولانا سے درخواست کی کہ روہڑی ضلع حصار میں ایک اسلامی ادارے کی بنیاد رکھی گئی ہے۔ لہٰذا آپ اس میں بطور مدرس کام کریں۔ چنانچہ آپ نے ان کی درخواست پر تدریس شروع کر دی۔

حکیم محمد عبداللہ مرحوم روہڑی والے نے کتاب حیات الحیوان کے بعض حیوانات کے خواص کا ترجمہ آپ سے کروایا۔ مگر افسوس کہ قحط سالی، مالی کمزوری کی وجہ سے مدرسہ مذکور صحیح معنوں میں چل نہ سکا۔

چک نمبر ۱۷ تحصیل و ضلع ساہیوال میں رہائش:

پاکستان میں آکر قافلہ منتشر ہو گیا۔ مولانا نے حضرت مولانا محمد عبداللہ اوڈ امیر جماعت صوبہ پنجاب کو تلاش کیا، معلوم ہوا کہ انہوں نے تہا ولنگر سے نکل کر (ساہیوال) میں مستقل قیام کر لیا ہے۔ وہاں مولانا محمد عبداللہ اوڈ کو نواب ممدوٹ کی سفارش سے ڈپٹی کمشنر ساہیوال نے پانچ گاؤں اپنے حلقۂ اثر سے ان کے نام منتقل کر دیئے ہیں چنانچہ مولانا حصاری، مولانا محمد عبداللہ صاحب اوڈ کو ملے تو مولانا نے فرمایا، تین گاؤں میں میں نے اہلحدیث آباد کرا دیئے ہیں اور دو گاؤں میں میری قوم اوڈ، مہاجرین فاضلکا آباد ہو گئے ہیں۔ آپ ہمارے پاس قیام کریں، زمین اور مکان بھی مل جائے گا اور تعلیم و تبلیغ کا کام بھی حسب سابق چلتا رہے گا۔ مولانا ان کے ارشاد پر چک نمبر ۱۷، ۱۵۔ایل میں رہائش پذیر ہو گئے۔ حسب سابق تعلیم و تبلیغ شروع کر دی اور خدا کے فضل سے اس علاقے میں توحید و سنت کی خوب اشاعت ہوئی۔

عجیب واقعہ:

ساہیوال کے قرب و جوار میں مولانا نے متعدد تبلیغی پمفلٹ شائع کر کے تقسیم کیے، جس سے گمراہ فرقے واویلا کرنے لگے۔ چنانچہ آپ نے ایک اشتہار ماہِ محرم میں محرم نامہ شائع کیا تو رافضیوں (شیعہ) کا ایک وفد ڈپٹی کمشنر کے پاس پہنچا اور آہ و پکار واویلا کرنے لگا۔

ڈپٹی کمشنر نے صدر تھانہ میں مقدمہ چلانے کا حکم بھیجا اور پانچ آدمی طلب کیے گئے۔ مولانا حصاری، مولانا محمد عبداللہ اوڈ، امیر جماعت غرباء صوبہ پنجاب، حافظ میکائیل کاتب اشتہار، مالک مطبع۔

مولانا عبد القادر حصاری نے مضمون اشتہار مرتب کرنے کا اقبال کرتے ہوئے بیان دیا کہ یہ مضمون اخبار اہل حدیث سوہدرہ میں شائع کرا چکا ہوں، مذہبی مضمون ہے جس میں احقاق حق اور ابطال باطل کیا گیا ہے اور ہر مسئلہ کا حوالہ کتب اہل سنت اور شیعہ سے دیا گیا ہے۔ اگر کوئی بات غلط ثابت ہو تو بندہ ذمہ دار ہے۔ جب شیعہ کے عقائد اور مسائل انکی کتابوں میں موجود ہیں تو پھر یہ اشتہار خلاف قانون کس طرح ہے؟ اگر خلافِ قانون ہوتا تو ہمارے مذہبی اخبار کے خلاف مقدمہ قائم ہوتا۔ حالانکہ گورنمنٹ نے کوئی مقدمہ قائم نہیں کیا۔ تھانیدار نے پرچہ اہل حدیث سوہدرہ مولانا حصاریؒ سے لے کر مثل میں شامل کر لیا اور مولانا مرحوم کو باعزت طور پر رہا کیا اور مقدمہ کاتب، مالک مکتبہ حافظ میکائیل پر دائم کر دیا۔ چونکہ حافظ میکائیل دستخط کر کے طبع کرا کر لایا تھا۔ یہ مقدمہ دو سال تک ساہیوال کی عدالت میں چلتا رہا۔ مولانا مرحوم سے ان مسائل کا ثبوت بطور شہادت طلب کیا گیا۔ مولانا نے کتب اہل سنت اور شیعہ سے مجسٹریٹ کے سامنے ثبوت پیش کیے۔ صرف ایک مسئلہ کا ثبوت رہ گیا کہ آں حضرتؐ کا حکم ہے کہ آخر زمانہ میں ایک رافضی گمراہ ہوگا، اگر تم ان کو پاؤ تو قتل کر دو۔ اس کے لیے مولانا نے عدالت سے مہلت طلب کی تاکہ جس کتاب کا حوالہ تھا اسے تلاش کیا جائے چونکہ یہ حوالہ انجمن نعمانیہ شیخوپورہ کے ایک رسالہ "فیصلہ تعزیہ" سے نقل کیا گیا تھا، اس پر دارقطنی کا حوالہ تھا۔ دارقطنی میں یہ حدیث نہ ملی۔ مولانا کو سخت حیرانی ہوئی۔ مولانا عبد اللہ، جو اس وقت فیصل آباد جھال خانوآنہ میں تدریسی خدمات سر انجام دے رہے ہیں، سے استدعا کی گئی کہ ان کے پاس کتب حدیث و فقہ شیعہ و سنی کا کافی ذخیرہ ہے۔ مولانا عبد اللہ صاحب نے کتاب السنہ سے حوالہ دیا اور کتاب مولانا مرحوم کو بھیج دی چنانچہ مقررہ تاریخ پر کتاب پیش کی گئی اور باسناد حدیث مجسٹریٹ کو ملاحظہ کرائی گئی۔ مجسٹریٹ ساہیوال نے تمام کتابوں کو اپنی تحویل میں لے لیا اور اشتہار کے مسائل کا خوب مطالعہ کیا۔ جب تمام مسائل، کتب کے مطابق ثابت ہوئے تو ملزمان کو رہا کر دیا گیا اور مولانا مرحوم کو کتابیں واپس کر دیں۔ مولانا مرحوم نے اس مقدمہ میں شاندار فتح حاصل کی اور رافضی شکست کھا گئے۔ مجسٹریٹ نے فیصلہ میں لکھا:

"مولانا حق بجانب ہیں اور اگر اسلامی حکومت ہو تو قانون کی روشنی سے رافضی واجب قتل ہیں" اس مقدمہ میں ایک ہزار روپیہ سے زائد رقم بیت المال

سے خرچ ہوئی تھی اور حضرت مولانا محمد عبد اللہ قوم اوڈ، امیر پنجاب (مرحوم) نے اس مقدمہ میں نہایت مالی وجانی قربانی پیش کی۔ غفر اللہ لہ وجعل اللہ سعیہ مشکورا۔

۱۹۵۲ء میں مولانا محمد عبد اللہؒ بمعہ اپنے رفقاء (قوم اوڈ) ضلع ساہیوال سے منتقل ہو کر علاقہ تھل ضلع سرگودھا میں آباد ہو گئے۔

مولانا مرحوم کو دینی کارناموں میں کافی نقصان ہوا وگرنہ مسلک اہل حدیث کا کام دیہاتوں خصوصاً شہر ساہیوال میں اعلیٰ پیمانے پر ہوتا۔

موضع گنگا، تحصیل سرسہ ضلع حصار کا ایک عجیب واقعہ:

مولانا مرحوم کے گاؤں میں تین مسجدیں تھیں، وہاں ہر قوم اور فرقہ کے آدمی آباد تھے مولانا نے جب جمعرات، شب برات، عاشورہ، ماتم، شادی ختنہ وغیرہ کی رسومات کا رد کیا اور غیر شرعی اکھاڑے، باجے وغیرہ کی تردید کی اور خصوصاً مسجدوں میں نقارے رکھے ہوئے تھے مولانا نے ان کو بدعت اور ناجائز قرار دیا۔ مولانا کے مشورے کے بغیر جماعت کے بعض افراد اور طلبہ نے نقارے پھاڑ دیے تو اس پر بدعتی مشرکین نے باہمی مشورہ سے سکھ تھانیدار سے مل کر مولانا پر مقدمہ دائر کرا دیا۔ اس جرم میں مولانا کو گرفتار کیا گیا کہ اس شخص نے عبادت خانے کی چیز کو نقصان پہنچایا ہے اور عبادت خانوں کی بے حرمتی کی ہے۔ مولانا مرحوم مشروط طور پر پندرہ یوم کے بعد رہا ہوئے کہ اس پر علماء اسلام سے فتاویٰ منگواؤ اور یہ ثابت کرو کہ اسلام میں نقارہ کا کوئی حکم نہیں ہے اور نقارہ عبادت خانہ کی چیز نہیں ہے۔ تب مولانا مرحوم نے اکابر علماء اسلام اور مفتیان دین کی طرف رجوع کیا۔ چنانچہ سید محمد شریف صاحب امیر تنظیم اہل حدیث نے فتویٰ لکھا:

> "نقارہ شرعی چیز نہیں ہے۔ عبادت خانہ سے خارج ہے، اسے پھاڑنے والا مجرم نہیں ہے" ساتھ ہی بحیثیت امیر ہونے کے علماء پنجاب کے ناموں کی فہرست بھیج دی کہ میرے یہ علماء ہیں اور ہماری جماعت منظم ہے۔ میرا فتوائے پانچ سو علماء کا فتوائے ہے۔ یہ فہرست مطبوعہ تھی، اسی طرح جماعت غرباء اہلحدیث کا فتوائے آگیا۔

ایک فتوائے حضرت مولانا شیخ الاسلام ثناء اللہ صاحبؒ نے بھیجا اور ایک فتوائے

علماء دیوبند سے طلب کیا گیا۔ علماء دیوبند نے یہ لکھا کہ:

"نقارہ مسجد کی چیز نہیں ہے اور نہ ہی اسے بجانے کا شرعی حکم ہے۔ ہاں طبلِ غازی کو فقہاء نے جائز رکھا ہے جو صرف جنگ سے مخصوص ہے!"

بنارس سے مولانا ابو القاسم مرحوم نے نہایت مفصل فتوٰے لکھ کر بھیجا۔ ان تمام فتاوی جات کو شامل مثل کر کے پیش کیا گیا جس سے مولانا مرحوم اور طلباء جن کے ذریعہ نقارے وغیرہ پھاڑے گئے، بری اور رہا ہو گئے۔ گاؤں کے تمام لوگ سخت شرمسار ہوئے، لیکن نقارہ کی بدعت جو کہ جمعرات، شب برات، جمعہ، عید، رمضان پر تھی وہ اُڑ گئی اور اذان کی سنت اپنی جگہ پر قائم رکھی گئی اور سحری میں اذان جاری کی گئی اور تمام مساجد میں نقارہ قانوناً بند کر دیا گیا۔ فللّٰہ الحمد اللّٰھم اجعل سعیہ مشکورا۔

مولانا حصاریؒ اور بے نماز:

حضرت مولانا بے نماز کو کافر اور مشرک قطعی جانتے تھے۔ اس لیے جنازہ نہ پڑھاتے اور عجیب ہے کہ بے نماز کے چھوٹے بچے بچیوں کی بھی نماز جنازہ نہ کرتے۔ اسی وجہ سے ہر مقام پر انہیں سخت مشکلات پیش آئیں مگر آپ خدا تعالیٰ کی توفیق سے تا دمِ زیست اسی عقیدہ پر قائم رہے۔

آپ نے کبھی بے نماز اور ان کی اولاد کا جنازہ نہیں کیا۔ بے نماز کا جنازہ نہ کرنے کے سلسلہ میں آپ پر کئی مشکلات آئیں۔ اس مختصر مضمون میں ان سب واقعات کا جمع کرنا بے حد مشکل ہے۔ متعدد مقامات پر کئی واقعات پیش آئے۔ اختصار کے پیش نظر صرف ایک واقعہ نقل کیا جاتا ہے۔

چک نمبر ۲۵۱۔ ای بی ضلع وہاڑی کا عجیب واقعہ:

۲۵۱۔ ای۔ بی علاقہ لُگّو ضلع وہاڑی میں راجپوت قوم وٹو اور کئی متعدد سخت قومیں آباد ہیں۔ جب آپ نے بے نمازوں کا نماز جنازہ پڑھنے سے انکار کر دیا تو عوام میں حالات اس قدر خراب ہو گئے کہ تھانہ تک نوبت پہنچی۔ چند لوگوں کا وفد جمع ہو کر تھانیدار کے پاس پہنچا اور اس سے شکایت کی کہ:

"ایک وہابی مولوی مسلمانوں کو کافر کہتا ہے اور جنازہ نہیں کرتا اور مُردے پڑے رہ جاتے ہیں۔ کلمہ گو مسلمانوں کی بے حرمتی ہوتی ہے۔"

غرضیکہ پورے وفد نے کوشش کی اور تھانیدار کو اشتعال دلایا۔ تھانیدار نے متعدد دفعہ مولانا کو اپنے پاس طلب کیا۔ مولانا نے صاف جواب دیا "مجھے تھانے میں کوئی کام نہیں ہے" حتیٰ کہ تھانیدار چک ۲۵۱۔ ای بی میں خود پہنچا۔ عوام جمع ہو گئے۔ تھانیدار نے مولانا کو مرعوب کرنے کی کوشش کی مگر مولانا نے فرمایا کہ مذہبی معاملہ ہے آپ مذہبی حیثیت سے اس کا ثبوت پیش کریں کہ بے نماز مسلمان ہے۔ اگر صرف کلمہ گو مسلمان ہے تو تمہارے مولوی مرزائیوں، تعزیہ پرستوں، رافضیوں کو کافر کیوں کہتے ہیں؟

خدا تعالیٰ کی توفیق سے مولانا نہایت جرأت مند آدمی تھے اور عالم تھے۔ بجائے اس کے کہ خود مرعوب ہوتے تھانیدار مرعوب ہوا۔ تھانیدار جاہل تھا۔ مولانا کتاب و سنت سے دلائل پیش کرتے رہے وہ بہت شرمسار ہوا اور یہ کہا کہ آپ مسجد کی امامت سے دستبردار ہو جائیں کیونکہ آپ بدامنی پیدا کرتے ہیں اور میری ذمہ داری ہے کہ میں علاقہ میں بدامنی پیدا نہ ہونے دوں۔ یہ لوگ ایسا مولوی لے آئیں گے جو بے نمازوں کو مسلمان کہے اور ان کا جنازہ کرائے۔

مولانا نے اس کے جواب میں فرمایا کہ:

میں بے نمازوں کا امام نہیں، میں تو نمازیوں کا امام ہوں۔ بے نماز امام تلاش کر لیں۔"

اس پر لوگ بول اٹھے:

"ہمارے تمام گھروں میں بے نماز ہیں۔ کسی کی عورت، کسی کا لڑکا، کسی کی لڑکی کسی کا بھائی، کسی کا چچا۔ اس لیے ہم سب اس مولوی کو امام نہیں رکھ سکتے جو بے نمازوں کا جنازہ نہ کرائے!"

مولانا نے اس پر فرمایا:

"آپ لوگ ایسا مولوی لے آئیں جو بے نمازوں کا جنازہ ثابت کر دے تو بندہ امامت چھوڑ دے گا اور آپ کے تجویز کردہ امام کی اقتداء میں نماز پڑھے گا"

بے نمازوں نے کہا، آپ پہلے امامت ترک کریں اور مسجد چھوڑیں پھر ہم مولوی لائیں گے۔"

اس پر تھانیدار نے کہا:

مولانا آپ ایک ہفتہ تک امامت چھوڑ دیں اور لوگوں سے کہا کہ تم ایک ہفتہ کے اندر ایسا امام لے آؤ جس کے پیچھے یہ مولانا بھی نماز پڑھ سکیں۔ پس اس پر فیصلہ ہو گیا۔

اب مولانا کی قوم مسلم راجپوت، وٹو، جوئیے غرضیکہ جو قومیں اپنے آپ کو بڑی سمجھتی تھیں انہوں نے امام کی تلاش شروع کر دی۔

بے نماز چاروں طرف دوڑے مگر انہیں کوئی عالم میسر نہ آیا۔ کیونکہ ایک تو مولانا کی شخصیت پورے پاکستان میں متعارف تھی اور ہر مسئلہ کو آپ کتاب و سنت سے پیش کرتے تھے۔ دوسری وجہ یہ تھی کہ فریقین میں شرط طے ہو چکی تھی کہ ایسا عالم لایا جائے، جو کتاب و سنت سے بے نمازوں کا جنازہ ثابت کر دے۔

بے نماز کو مسلمان ثابت کرنا کارِ دارد والا معاملہ تھا۔ اس لیے علماء نے سوچا، کہ ہم خواہ مخواہ بے نمازوں کی وکالت کیوں کریں۔

سب گاؤں کے بے نماز لاچار ہو گئے۔ بالآخر بے نمازوں نے اپنے جرم کا اقرار کیا اور پکے بے نمازوں کے لیے ویسا ہی کوئی آدمی رکھ لیا جو بے نمازوں کی مردہ شوئی کر کے جنازہ پڑھے۔

(جاری ہے)